تفسیر ماجدی میں سابقہ کتبِ سماویہ سے اخذو استدلال کامنہج و اسلوب

Methodology and Approach to Derivate and Ratiocinate from the Previous Heavenly Books in Tafseer Majidi

ڈاکٹر محمد خبیب
ڈاکٹرمحمد افضل
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاولنگر کیمپس، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پاکستان
لیکچرر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

Abstract

Tafseer Majadi was published in the period when the hearts and minds of the Muslims of the subcontinent were disturbed by the fear of the British government and Christian missionaries were busy to convert Muslims into Christianity. Islamic teachings were declared conservative. Abdul al-Majid, a young man from Daryabad, also became unbelievers and called "Rationalist" for ten years, but the efforts of some religious books and efforts of some religious figures made him to return to the Islam again. Then, on the basis of this theory, he wrote the Quran's interpretation so that the thoughtful minds can turn back to Islam and non-Muslims; especially Christians can come to Islam. In this commentary, he denounced the objections, doubts and the wisdom from ancient religions, the writings of their religious books, the writings of the Jewish and Christian writers, by the investigation and other evidence of the modern era. In this commentary of the Quran, he criticized innovative people and liberals, and showed the injustice of the orientalists through arguments and solid evidences. He worked for towhead to prove truth and for shirk to be false. He highlighted the greatness of the Quranic words through compatibility and comparison between The Quran and the other heavenly books and proved that the Quranic verses are according to the applicable nature.

Ketwords: Quran, Bible, Comparison, Muslim, Christian.

برّصغیر پر برٹش حکومت کے دوران عیسائی مبشرین نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی سعی کی جنہیں انگریز حکومت کی اشیر باد حاصل تھی۔ دوسری طرف کالجز میں عیسائی اساتذہ نے فلسفہ کے نام پر طلباء و طالبات کو مذہب سے الحاد کی جانب مبزول کرانا شروع کیا تو مذہبِ اسلام پر دلجمعی اورعیسائی مبشرین اور مستشرقین کے شکوک و شبہات کے جواب دینے کے لیے انہیں کی مذہبی کتب سے استدلال کے ذریعے قرآن کی تفسیر کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔اُس دور میں اِس منہج و اسلوب پر لکھی جانے والی کئی تفاسیر منظرِ عام پر آئیں، جن میں ایک اہم تفسیر تفسیر ماجدی ہے، جسے مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۲ء-۱۹۷۷ء) نے تصنیف کیا۔

تعارفِ مؤلف

مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ ۱۶ شعبان ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۶ مارچ ۱۸۹۲ء دریا آباد میں پیدا ہوئے۔(1) آپ کے دادا مفتی مظہر کریمؒ شاہجہاں پور کی عدالت میں سر رشتہ دار (اس وقت کا ایک خاص معزز عہدہ) تھے۔ ۱۸۵۷ء کی مشہور انگریز مسلم ہنگامہ آرائی کے خاتمے پر آپ پر مقدمہ چلا کہ باغیوں کی کمیٹی انہیں کے مکان پر ہوتی تھی۔ لہٰذا نَو سال کالے پانی یعنی جزیرہ انڈ مان کی سزا سنا دی گئی لیکن سات سال بعد ۱۸۶۵ء میں وطن واپس آگئے اور عبادت اور فتاویٰ نویسی میں مشغول ہو گئے۔(2) آپ کے والد محترم مولوی عبدالقادر (۱۸۴۸ء-۱۹۱۲ء) نہایت نیک ، پختہ مسلمان، نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن مجید کے پابند اور شیریں زبان رکھتے تھے۔(3) آپ کی والدہ ماجدہ بی بی نصیر النساء (۱۸۵۲ء-۱۹۴۱ء) بھی نیک مزاج، ہمدرد، غریب پرور، فیاض، نماز و روزہ کی پابند اور شوقِ عبادت میں اپنی نظیر آپ تھیں۔(4)

والدین نے زمانہ کے تقاضہ کے مطابق صاحبزادہ کو فارسی تعلیم گھر پر دلا کر انگریزی اسکول میں داخل کرا دیا۔ سیتا پور ہائی سکول سے ۱۹۰۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسکول میں عربی اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھی۔ استاد اچھے اور شفیق ملے۔ انہوں نے شفقت سے پڑھایا اورمولانانے توجہ سے پڑھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسکول میں عربی زبان میں خاصی استعداد ہو گئی جس کو بعد میں اتنا بڑھایا کہ قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر لکھنے کے قابل ہو گئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے کنگ کالج لکھنو میں داخلہ لیا اور وہاں سے ایف۔اے اور بی۔اے کے امتحانات پاس کیے۔ کالج میں ان کے خاص اور دلچسپی کے مضامین انگریزی، منطق اور فلسفہ تھے۔ یہ مضامین انگریز اساتذہ سے پڑھے اورمل کا فلسفہ زیر مطالعہ آیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا میلان الحاد کی جانب ہو گیا اور اس کا اثر ان کی طبیعت پر کئی سال رہا۔ اس جوش اور جذبہ کے تحت انہوں نے

فلسفہ اور نفسیات پر کئی کتابیں لکھیں اور دوسری زبانوں سے ترجمہ کیں۔ ان میں مبادی فلسفہ(۲ جلدیں)، فلسفہ جذبات، فلسفہ اجتماع، مکالمات برکلے (ترجمہ) اور تاریخ یورپ (ترجمہ) بہت مشہور ہیں۔[5]
پھر محمد علی لاہوری کی انگریزی تفسیر[6] اور مولانا شبلی کی''سیرۃ النبیؐ '' کے مطالعہ سے راہِ راست ملی۔[7] الہ آباد کے نامور شاعر اکبر اور نامور رہنما مولانا محمد علی کی کوششیں بھی کارگر ثابت ہوئیں۔[8] پھر مولانا عبد الاحد کسمنڈوی اور مولوی عابد حسین فتح پوری سے استفادہ کرتے رہے۔ جولائی ۱۹۲۸ء میں حضرت تھانویؒ تک رسائی ہوئی اور خوب کسب فیض کیا اور کتبِ تفسیر، حدیث،فقہ وغیرہ کا مطالعہ کیا۔[9]
۱۹۰۴ء میں مولانا نے مضمون نگاری شروع کردی اور''اودھ اخبار'' لکھنو میں لکھنا شروع کیا اور پھر ماہنامہ ''الناظر'' اور ''معارف'' میں لکھتے رہے۔ لیکن اپنی باقاعدہ صحافتی زندگی کا آغاز ''سچ'' سے کیا۔ پھر یہ رسالہ''صدق'' اور ''صدق'' سے ''صدقِ جدید'' تک ہوتا ہوا آپ کی آخری زندگی تک جاری رہا۔[10] آپ کو عربی خدمات کے سلسلے میں صدر جمہوریہ ہند کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۹۶۶ء کو سندِ اعزاز پیش کی گئی اور ۳ مارچ ۱۹۷۶ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر آف لڑیچر کی اعزازی ڈگری پیش کی گئی۔[11]
مولاناؒ نے تفسیر ماجدی اردو و انگریزی کے علاوہ قرآنیات پر چند اہم کتب تصنیف کیں۔ جن میں حیوانیات قرآنی، جغرافیہ قرآنی، قرآنی شخصیات، سیرت نبوی قرآنی اور بشریتِ انبیاء لائقِ ذکر ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ مولاناؒ اعدادِ قرآنی، نباتاتِ قرآنی اور جماداتِ قرآنی پر بھی کتابیں لکھنا چاہتے تھے لیکن وقت اور حالات کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکیں۔[12]
حکیم عبد القوی دریا بادی''صدقِ جدید'' ۱۴ جنوری ۱۹۷۸ء میں مولاناؒ کی وفات پر ''حادثۂ وفات'' کے نام سے ایک مضمون لکھتے ہیں کہ کل تک زبان و قلم جسے مدظلۂ کہنے اور لکھنے کے خوگر تھے آج اس کو مرحوم اور رحمۃ اللہ لکھنا اور کہنا پڑ رہا ہے۔ مولاناؒ ۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو ۸۵ سال کی عمر میں دنیا فانی کو الوداع کہہ گئے۔[13]

تفسیر ماجدی کا تعارف و منہج

مولانا عبد الماجددریا بادیؒ نے دسمبر ۱۹۴۱ء میں اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن کی تکمیل کے فوراً بعد ہی اردو ترجمہ و تفسیر تصنیف کرنا شروع کیا۔ جس کو بمقام دریا باد، بارہ بنکی دو شنبہ ۱۸ رجب ۱۳۶۳ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۴۴ء میں مکمل کیا۔ اس وقت آپ کی عمر اکیاون برس تھی۔ یوم دو شنبہ ۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۶۷ھ/ ۲۲ مارچ ۱۹۴۸ء میں ترجمہ و تفسیر کی نظر ثانی سے فراغت پائی اور نظر ثالث کی تاریخ یک شنبہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ/ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۰ء ہے۔ تفسیر ماجدی کو پہلی مرتبہ اگست ۱۹۵۲ء میں تاج کمپنی کراچی نے مکمل شکل میں شائع کیا۔ جو ایک ہزار دو سو سولہ صفحات پر مشتمل ہے جس میں تحت السطور اردو ترجمہ ہے۔ اطراف میں حواشی پر تفسیر ماجدی ہے۔[14] مزید ترمیم و اضافہ کے ساتھ ۱۹۹۸ء میں ''مجلس نشریاتِ قرآن'' کراچی نے پہلی بار شائع کیا اور انڈیا میں بھی یہ ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن ندوۃ العلماء لکھنو کی ''مجلس تحقیقات و نشریات اسلام'' نے چار جلدوں میں شائع کیا۔
مولانا نے جس محنت اور تحقیق سے اپنی تفسیر میں مستند مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے، اس سے جہاں ان کی دیدہ ریزی اور سعی و کاوش کا اندازہ ہوتا ہے وہیں ان کی یہ احتیاط بھی سامنے آتی ہے کہ وہ کلام اللہ کی ترجمانی میں جمہور اہل سنت کی روش سے کہیں بھی گریزاں نہیں ہیں۔ فنِ لغت، لغت القرآن، اعراب القرآن اور علوم القرآن کی امہات کتب مثلاً الجمہرۃ فی اللغۃ، کتاب الاضداد، کتاب الاجناس، لسان العرب، المفردات فی غریب القرآن، مشکلات القرآن، مفردات القرآن، النہایۃ فی غریب الحدیث والتنزیل، اعراب القرآن، مجاز القرآن، الاتقان فی علوم القرآن، البرہان فی علوم القرآن وغیرہ مآخذ سے براہ راست استفادہ کرتے ہیں۔ عربی تفسیروں کا تقریباً سارا سرمایہ ان کے سامنے رہا۔ فقہی تفسیروں میں امام ابوبکر جصاصؒ اور قاضی ابوبکر محمد بن العربیؒ کی ''احکام القرآن'' اور ملاں جیونؒ کی ''التفسیرات احمدیۃ'' ان کا خاص مرجع ہیں۔ ان کے علاوہ وہ اردو کی اہم تفسیروں سے استفادہ کرتے رہے، جن میں وہ مولانا تھانویؒ کی ''بیان القرآن'' سے سب سے زیادہ متاثر ہیں۔ [15]
مولاناؒ کی اردو انگریزی تفسیریں دقتِ نظر، وسعتِ مطالعہ، قرآن فہمی، تدبر فی الآیات، تمسک بالسنہ اور اجتہادی نظر کا ایک جیتا جاگتا کارنامہ ہیں اور بیک وقت قدیم و جدید تفاسیر کی روح اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔[16] اس سے آپ کے دلنشین اسلوب، منطقی طرزِ استدلال اور جوشِ بیان کا بھی بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ گوناگوں ادبی محاسن نے اس تفسیر کو ایک خاص امتیاز عطا کیا ہے۔[17]
تفسیر ماجدی کے منہج کو نکات کی شکل میں مختصر بیان کیا جاتا ہے:
*تفسیر ماجدی کا ترجمہ آسان، سلیس اور سادہ ہے جس میں ادبی چاشنی نظر آتی ہے مثلاً (فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا)[18] کا ترجمہ کرتے ہیں ''اس نے یقیناًایک بڑا گناہ سمیٹا''۔ پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ 'گناہ سمیٹا' کا محاورہ

خاص اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ہے۔[19] اسی طرح (وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ)[20] کا ترجمہ ''اور یقیناًیہ (بالکل) جھوٹے ہیں'' کرتے ہیں اور حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ لکذبون میں ل تاکید کا ہے۔ ترجمہ میں اسی لئے ''بالکل'' بڑھا دیا ہے۔[21]

*مولانا عبد الماجد دریابادیؒ تفسیر ماجدی میں جدید و قدیم مفسرین سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کے اقتباسات پیش کرتے ہیں جو اصل مصادر سے با آسانی مل سکتے ہیں۔

*مولانا نے فقہی مسائل میں یہ منہج اختیار کیا ہے کہ جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں فقہہ حنفی کے مطابق مسائل بیان کر دیتے ہیں لیکن دوسرے مذاہب فقہہ پربہت کم تنقید کرتے ہیں۔ عام طور پر فقہی مسائل سے احتراض ہی برتتے ہیں۔ خود لکھتے ہیں کہ تفسیری حصہ میں فقہیات مَیں نے بڑی حد تک بیان القرآن (حضرت تھانویؒ) سے لی ہیں۔[22] مثلاً (وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ)[23] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بلوغ کی عمر حنفیہ کے ہاں لڑکے کے لئے ۱۸ سال اور لڑکی کے لئے ۱۷ سال کی رکھی گئی ہے۔[24]

* تجدّد پسندوں پر نقد کرتے ہیں۔مثلاً (قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ)[25] کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ طنز ہے اُس وقت کے پکے اور سچے مسلمانوں پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں پر۔ یہی سنت آج تک چلی آ رہی ہے، ''ترقی پسندوں، روشن خیالوں اور اہل تجدد'' کے دربار سے آج بھی جمود پسند، رجعت پسند، تاریک خیال وغیرہ کیسے کیسے القابات خالص و مخلص اہل ایمان کو عطا ہوتے رہتے ہیں! [26]

*مولانا دریابادیؒ مفسرین کی بعض تعبیرات سے اتفاق نہیں کرتے اور اپنی تعبیر کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً (إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ)[27] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت کے اس جزو کو فرقہ خوارج نے بار بار پیش کیا ہے۔ اس سے اپنا بڑا کام نکالنا چاہا ہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ راشد و برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت اسی آیت کو پیش کر کے پھیلائی تھی اور آج بھی ایک گروہ ہر انسانی اور مادی حکومت کو اسی آیت کے ماتحت ''غیر اسلامی'' حکومت قرار دے کر اس سے کسی قسم کا تعاون ناجائز بلکہ حرام ٹھہراتا رہا ہے۔ سیاقِ قرآنی پر ادنیٰ غور و تأمل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آیت کو اس بحث سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ سیاق تمام تر حکومت تکوینی و ارسال آیات و معجزات کا ہے۔[28]

*قرآنی الفاظ کی فنی باریکیوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً(فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي)[29] (تو اے ہامان میرے لئے مٹی کو آگ میں پکا، پھر میرے واسطے ایک بلند عمارت بناؤ۔) کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں فرعون کی زبان سے یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ ہامان، میرے لئے پتھر کی عمارت تیار کر یا اینٹ پتھر وغیرہ کسی چیز کی تصریح ہی نہ کرتا۔ لیکن نہیں، قرآن کو تو علم صحیح کی بے شمار مثالوں میں سے ایک اور مثال پیش کرنی اور اپنے دعویٰ اعجاز پر ایک اور دلیل قائم کرنی تھی۔ مصری قوم اینٹوں ہی کے کام کے لئے مشہور تھی۔ یہاں تک کہ اس کی مشہور عمارتیں بھی پتھر کی نہیں، اینٹ ہی کی ہیں۔[30]

*الفاظ کی لغوی تشریح بڑی وضاحت سے کرتے ہیں۔

* مولانا اشرف علی تھانویؒ سے خوب استفادہ کرتے ہیں اور بکثرت ان کے حوالہ جات دیتے ہیں۔

*عارفانہ اور صوفیانہ اقوال نقل کرتے ہیں۔ صوفیانہ نکات اکثر مولانا تھانویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

*مولاناؒ کلامی مسائل پر تفصیلاً بحث کرتے ہیں۔

*مولانا روم، خسرو،علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی کے اشعار کا بھی مناسب موقع پر اضافہ کرتے ہیں۔

*عصری فلسفوں پر عالمانہ نگاہ رکھتے ہیں اور ان کا بہ حسنِ خوبی رد کرتے ہیں۔

*افراط و تفریط کے شکار مسلکوں اور باطل افکار و نظریات و رجحانات کا ابطال کرتے ہیں۔

*جدید علوم و معارف سے براہ راست تعلق کی بنا پہ عصری رجحانات کا جائزہ لیتے ہیں۔

*مذاہبِ ثلاثہ یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے درمیان موازنہ پیش کر کے اسلام کی حقانیت واضح کرتے ہیں۔

*مستند حوالہ جات کا استعمال کرتے ہیں۔

*قرآن مجید کے متن میں آنے والی ہر شخصیت کا تعارف کرواتے ہیں۔

*حسب ضرورت تفسیر سے متعلقہ تاریخ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اور جغرافیائی تحقیق بھی کرتے ہیں۔

*اردو تفسیر میں جگہ جگہ انگریزی تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں کہ مزید تفصیل کے لئے انگریزی تفسیر ملاحظہ کریں۔

بائبل سے اخذ و استدلال میں تفسیر ماجدی کا منہج

تفسیر ماجدی پہلی تفسیر ہے جس میں خود قدیم اقوام و مذاہب کے صحیفوں، ان کی مذہبی کتابوں، یہودی اور عیسائی مصنفین کی تصانیف، دورِ جدید کی تحقیقات اور دوسرے آثار و شواہد سے کلام مجید کے بیانات پر مستشرقین کے بعض تاریخی اعتراضات کی پوری تردید ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آیات متشابہات پر جو اعتراضات ہو سکتے ہیں ان کی ایسی لطیف تشریح کرتے ہیں کہ یہ اعتراضات خودبخود رفع ہو جاتے ہیں۔ غرض ہر پہلو سے تفسیر ماجدی نہایت جامع اور محققانہ تفسیر ہے اور اس میں دینداروں اور عقل پرستوں دونوں کی تشفی کا پورا سامان موجود ہے۔[31]

مولاناؒ لکھتے ہیں کہ لازم ہے کہ جدید مفسر و شارح تاریخ اقوام پر بھی نظر رکھتا ہو اور جغرافیائی عالم پر بھی۔ یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور عرب و نواحِ عرب کے شرکیہ مذاہب سے بھی فی الجملہ واقفیت رکھتا ہو اور جدید سائنس کے مختلف شعبوں سے بھی مطلقاً بے بہرہ نہ ہو۔[32]

یہ مولانا ماجدیؒ کاہی طرۂ امتیاز ہے کہ انہوں نے وقتِ حاضر کی معیاری، مستند اور مخالفین و مستشرقین کے مواد سے اسلامی نظریات کاتقابل کر کے ان کا کھوکھلا پن ثابت کیا ہے[33] اور اس سلسلے میں انہوں نے عبرانی زبان بھی سیکھی۔ اس انفرادی خصوصیت میں ان کا کوئی بھی شریک نہیں۔[34]

روشن خیالوں پر نقد

مولانا ماجدیؒ ''روشن خیالی'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

''روشن خیالی اور تجدد نوازی جو دوسرا نام ہے، جاہلیتِ فرنگ سے مرعوبیت کا۔''[35]

مولانا مغرب زدہ مسلمانوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ مسیحیوں کے طرزِ تحقیق کی ناپختگی بھی ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً(وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ)[36] کی تفسیر کرتے ہوئے تورات، انجیل، تاریخ، روایت اور درایت سے تحقیقی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہود وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو موقع تحقیر و اہانت میں بیان کرتے ہیں اور مسیحی بعینہٖ اسی واقع سے آپ علیہ السلام کی عظمت پر دلیل لاتے ہیں لیکن نفسِ عقیدہ بہرحال دونوں میں مشترک ہے اور بڑے تاسف اور قلق کا مقام ہے کہ آج بیسویں صدی عیسوی میں بعض ''مسلمان'' فرقے بھی اسی گمراہی کی طرف واپس جا رہے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ وفات مسیح علیہ السلام کے اس باطل اور خلافِ تحقیق عقیدہ کو ''روشن خیالی'' کا تمغہ اور تحقیق کا پروانہ سمجھ رہے ہیں![37]

آیت (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ)[38] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غضب الٰہی کا ذکر آسمانی نوشتوں میں صراحت کے ساتھ ہے۔ توریت میں بھی اور انجیل میں بھی۔ توریت میں ہے کہ:

''اب تو مجھ کو چھوڑ کہ میرا غضب ان پر بھڑکے اور میں انہیں بھسم کر دوں۔''[39]

نیز خروج ۱۲:۳۲۔۱۳، استثناء ۲۰:۹۔۲۱ ، متی ۳: ۸۔۱۰ اور مکاشفہ ۱۵۔ ۱۹ وغیرہ۔ حیرت ہے کہ بعض جدید اہل قلم نے مسیحی پادریوں کے دجل و تلبیس سے متاثر بلکہ مرعوب ہو کر اسلام میں غضب الٰہی کے وجود ہی سے انکار کر دینا چاہا ہے۔ گویا حق سبحانہ و تعالیٰ ان کم فہموں کے خیال میں ایک بڑے پیمانہ پر کوئی سادھو، سنیاسی اور مہاتما ہیں کہ جو بدبخت چاہے، ان کے بنائے اور اتارے ہوئے قوانین کو، جو سرتاپا بندوں ہی کے نفع و مصلحت اور فلاح و بہبود کے لئے ہیں، آزادی و بے تکلفی سے توڑتا پھوڑتا، چیرتا پھاڑتا رہے۔پادریوں کے اعتراض کی اصل و بنیاد ہی غلط ہے۔ انہوں نے غضب الٰہی کو بھی قیاس کیا انسانی غصہ اور طیش پر جو نتیجہ ہوتا ہے نفس کی ایک انفعالی کیفیت کا۔۔۔ اس کا غیظ و غضب درحقیقت تتمہ اور ضمیمہ ہے اس کی رحمت بے حساب کا اور لازمی نتیجہ ہے اس کی شفقت بے کراں کا۔[40]

مستشرقین کی سیاہ کاریوں پر ضرب

برصغیر میں چونکہ روشن خیالی اور تجدّد نوازی کی صورت میں عام ہونے والے خیالات و نظریات کے پیچھے مستشرقین ہیں، اس لئے براہ راست مستشرقین پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔ مثلاً(وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ)[41] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ اسرار و تعلیمات جو تمہاری مقدس کتابوں اور آسمانی صحیفوں میں محفوظ ہیں مثلاً آخری نبی کی بشارتیں اور علامتیں۔ یہود جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو قائل کرتے کہ تم اپنے ہاں کی پیشین گوئیاں اور خاص تعلیمات مسلمانوں پر کیوں ظاہر کر کے خواہ مخواہ ان کے ہاتھ میں ہتھیار اپنے خلاف دے دیتے ہو۔ انہیں معلومات سے وہ ہمیں قائل کرتے ہیں۔ یہی دلائل وہ ہمارے تمہارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ گویا یہ احمق یہ سمجھ رہے ہیں کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور پیروانِ اسلام کو جو کچھ بھی علم ہو گا محض انہیں کے بتانے ہی سے ہو سکتا ہے اور بس اس کے سوا ان پر علم و معلومات کے کل دروازے بند ہیں۔ یہ جہل مرکب بالکل اسی طرح کا ہے جس میں آج سارا فرنگستان مبتلا ہے۔ یہ لوگ قرآن مجید پر جب تبصرہ کرنے بیٹھتے ہیں تو اس مفروضہ کو بنیاد کار بنا لیتے ہیں کہ اس

میں جو کچھ بھی مذکور ہے وہ یہود کی توریت مروجہ، مسیحیوں کی انجیل مروجہ اور اسی طرح کے دوسرے انسانی ذرائع ہی سے ماخوذ ہے۔[42]

(هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ)[43] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> ''عہدِ عتیق و جدید والے یہودی و نصرانی مذہبیوں سے سوال ہے کہ ان کے سارے دفتر کتب و اسفار میں کون سی تعلیم زن و شو کے باہمی تعلق، محبت و اعتماد کے باب میں اس درجہ کی ہے؟''[44]

آیتِ کریمہ (وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ)[45] کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ تعداد میں قلیل اور قوت و شوکت میں ضعیف و مضحمل جن مسلمانوں کو جہاد و قتال پر آمادہ کرنے کے لئے قرآن مجید کو اس تفصیل و اہتمام سے کام لینے کی ضرورت پیش آ رہی ہے ان کی بابت اسلام کے مشہور و معروف کرم فرما اور مسیحی دنیا کے نامورمورخ و سیرت نویس پروفیسر مارگولیس کا یہ قول کس قدر ''سچائی'' اور ''دیانت'' سے لبریز ہے کہ (نعوذ باللہ) ''محمدنے اپنے شورش پسند پیروؤں کو مشغول کار رکھنے کے لئے انہیں جہاد میں لگا دیا۔'' گویا کمزوروں کا زور آوروں کے سامنے اپنی جانیں دینے کے لئے آنا، شکار کی قسم کا کوئی مشغلہ سیر و تفریح تھا! دین کے دشمنوں پر یہ بھی اللہ کی کیسی پھٹکار ہے کہ عقلیں بھی مسخ ہو جاتی ہیں۔''[46]

قصص القرآن پر اعتراضات کا رد کرتے ہوئے مولانا ماجدیؒ مغربی علمی مجلات میں شائع ہونے والی تاریخی و جغرافیائی تحقیقات، جیوش انسائیکلوپیڈیا اور بائبل کی روایات پر نقد کرتے ہوئے قرآنی قصص کی صداقت ثابت کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں مغربی مصنفین کی کتب مثلاً Hasting کی Encyclopaedia of Religion and Ethics، Sehigmanکی Encyclopaedia of Social Sciences کے علاوہ Historianسلسلہ کی History of the World اور Hummerton کی Universal History of the Worldکے بکثرت حوالے دیتے ہیں۔

توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال

مولانا نے یہ منہج اپنایا ہے کہ جہاں کہیں بھی توحید کے اثبات یا شرک کے ابطال پر آیات آتی ہیں،وہاں مختلف انداز سے کبھی بائبل سے اثبات و ابطال کرتے ہیں، کبھی مغربی مفکرین کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً (وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ)[47] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ توریت اثبات توحید و ممانعت شرک سے بھری پڑی ہے۔ صرف دو ایک مقام بطور نمونہ ملاحظہ ہوں :

> ''میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہوئے، تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا۔ تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا اور نہ ان کی عبادت کر۔''[48]
>
> ''میرے آگے تیرا دوسرا خدا نہ ہووے، تو اپنے لئے تراشی ہوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے مت بنا، تو انہیں سجدہ نہ کر نہ ان کی بندگی کر۔''[49]
>
> سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔''[50]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ توریت تو خیر تاکید توحید و ممانعت شرک سے لبریز ہی ہے۔ انجیل تک میں بھی تعلیم موجود ہے :

> ''تو خداوند خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔''[51]

انجیل میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ کچھ پرستش خدا کی کرو اور بعض پرستشوں میں خدا کے ساتھ فرزند خدا اور روح القدس کو بھی شامل کر لیا کرو۔[52] موجودہ انجیلیں اپنی تثلیثی شرک کے باوجود توحیدی تعلیم کو مٹانہ سکیں :

> ''یسوع نے اس سے کہا اے شیطان دور ہو، کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر، تب ابلیس اس کے پاس سے چلا گیا اور دیکھو فرشتے آ کر اس کی خدمت کرنے لگے۔''[53]

آیتِ کریمہ (وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ)[54] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نعمتیں تو بہت سی قوموں کو اپنے اپنے وقت میں نصیب رہ چکی ہیں۔ کلدانیہ، مصر، ہندوستان، ان سب ملکوں کا تمدن اپنے زمانہ میں، اسرائیلیوں سے قبل عروج پر رہ چکا ہے اور تاریخ کا بیان ہے کہ ان قوموں کا دنیوی جاہ و حشم اسرائیلیوں

سے کچھ بڑھ چڑھ کر ہی رہا ہے پھر آخر قوم اسرائیل کی وہ مخصوص فضیلت کیا تھی؟ تاریخ کی زبان سے جواب ایک ہی ملتا ہے کہ اللہ کی اعلیٰ ترین نعمت توحید تھی۔موجودہ یہود کو بھی اپنے اسلاف کی یہ امتیازی حیثیت یاد ہے۔ جیوش انسائیکلو پیڈیا میں ہے :

''بنی اسرائیل پر خاص فرض عائد ہوا تھا کہ توحید باری کی دعوت دیتے رہیں۔ آفتاب پرستی، ماہتاب پرستی اور کواکب پرستی کے خلاف جہاد کرتے رہیں۔'' (۵/۶)

سیاسی قوموں میں سب سے پہلے عبرانیوں ہی کی رسائی اپنے انبیاء کی تعلیم سے توحید باری تک ہوئی۔''(۶۵۹/۸)

مسیحی فرنگی مؤرخین نے بھی اسی تاریخی حقیقت کا اعادہ کیا ہے ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے:

''دین توحید کی بنیاد بنی اسرائیل میں ہی پڑی۔'' (۳/۲)[55]

احقاقِ حقائق اور باطل نظریات کا رد

مولاناؔ حق بات کو واضح کرتے ہیں اور باطل نظریات کا تفصیلاًرد کرتے ہیں۔ مثلاً(سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ)[56] (جھوٹ کے بڑے سننے والے ہیں، حرام کے بڑے کھانے والے ہیں) کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یہ وصف یہود کے خواص و اکابر کا بیان ہو رہا ہے جو رشوت او رنذرانے لے کر غلط سلط احکام بتانے اور مسائل کو مسخ کر ڈالنے کے عادی ہو گئے تھے۔ خود ان کی آسمانی کتاب میں ان کو عدل پر قائم رہنے اور رشوت نہ لینے کے باب میں حکم یہ ملا تھا کہ :

''اپنے سارے فرقوں میں قاضی اور حاکم مقرر کی جیو۔ وہ انصاف سے لوگوں کی عدالت کریں۔ عدالت میں مقدمہ مت بگاڑیو۔ طرفداری نہ کی جیو اور نہ رشوت لی جیو کہ رشوت دانشمند کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور صادق کی باتوں کو پھیرتی ہے۔''[57]

لیکن انہی بزرگوں نے تالمود میں احکام یہ جاری کر دیے تھے کہ جب کسی مقدمہ میں ایک فریق اسرائیلی ہو اور دوسرا غیر اسرائیلی تو اگر اسرائیلی کے موافق فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق ہو سکتا ہے تو وہی کر دو۔ اور یہ کہہ دو کہ یہی ہمارا قانون ہے اور اگر اس کے موافق فیصلہ غیر اسرائیلی قانون کے مطابق ہو سکتا ہو تو یہی کر دو اور غیر اسرائیلی سے کہہ دو کہ تمہارے ہاں کا ضابطہ یہی ہے اور اگر ایسا فیصلہ دونوں ضابطوں میں سے کسی ضابطہ سے بھی نہ ہو رہا ہو تو کسی حیلہ سے کام لو۔[58]

حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لیے دعا کے آخری الفاظ (اِنَّکَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ)[59] کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی اس صفت پر بار بار زور دینا مادی اور نیچری عقیدہ کے لوگوں کے رد میں ہے جو واقعات کو تمام تر اسباب ظاہری ہی کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور ارادہ حق تعالیٰ کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ انجیل میں ہے کہ:

''زکریا نام کا ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی اور اس کا نام الیشبع تھا اور ان کے اولاد نہ تھی کیونکہ الیشبع بانجھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے۔ ''[60]

قرآنی بیان و احکامات کی بائبل سےمطابقت

مولانا ایک ہی بات یا حکم کے متعلق قرآنی الفاظ اور بائبل کے الفاظ میں جہاں بھی مطابقت ہوتی ہے وہ پیش کرتے ہیں۔ مثلاً :(وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ)[61] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ موجودہ محرف اور مسخ شدہ بائبل تک میں اس قسم کے حوالے موجود ہیں :

''خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے۔''[62]

''تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو۔''[63]

''جب اسرائیل لڑکا تھا میں نے اس کو عزیز رکھا اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا۔''[64]

''جتنوں نے اسے قبول کیا اس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا۔''[65]

''جتنے خدا کی روح کی ہدایت سے ملتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں۔''[66]

ایک جگہ (قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى)[67] کی تورات سے مطابقت دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تورات میں اسی مقام پر ہے:

''فرعون نے کہا کہ خداوند کون ہے کہ میں اس کی آواز سنوں کہ بنی اسرائیل کو جانے دوں؟ میں خداوند کو نہیں جانتا اور نہ میں بنی اسرائیل کو جانے دوں گا۔ ''[68]

آیتِ کریمہ (كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ)[69] کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ تورات میں تو آج تک یہ لکھا چلا آ رہا ہے:

''وہ سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے لئے ہیں میں نے ان سب کو تمہارے لئے نباتات کی مانند تمہیں دیا ہے۔''[70]

موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو فرعون کی طرف دعوتی مہم پر روانہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان:(قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰی)[71] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تورات میں اس موقع پر ہے :

''وہ بولا یقیناًمیں تیرے ساتھ ہوں۔ ''[72]

آیت(وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھمْ لَا یَعْقِلُوْنَ)[73] کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے ملتا جلتا ایک فقرہ توریت میں بھی موجود ہے:

''وہ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے کہ ان کی آنکھیں پسیسی گئیں، سو وہ دیکھتے نہیں اور ان کے دل بھی، سو وہ سمجھتے نہیں۔''[74]

آیت(لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ)[75]کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مضمون توریت میں اس سے ملتا جلتا ملتا ہے :

''بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور گدھا اپنے صاحب کی چرنی کو۔ بنی اسرائیل نہیں جانتے، یہ لوگ کچھ نہیں سوچتے۔''[76]

(اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی)[77] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شریعت موسوی کی جو تصریحات اس باب میں درج ہیں وہ قابل ملاحظہ ہیں :

''اور وہ جو انسان کو مار ڈالے گا وہ مار ڈالا جائے گا۔''[78]

''اور جو انسان کو مار ڈالے، جان سے مارا جائے۔''[79]

''توڑنے کے بدلہ توڑنا، آنکھ کے بدلہ آنکھ، دانت کے بدلہ دانت، جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے، اس سے ویسا ہی کیا جائے۔''[80]

قرآنی بیان کا بائبل کے بیان سے تقابل

مولانا بعض مقامات پر قرآنی بیان اور بائبل کے بیان کا تقابل بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً سورة الفاتحہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

''اظہار حقیقت ہے کہ جس حیرت انگیز ایجاز و جامعیت کے ساتھ سورة فاتحہ کی سات مختصر آیتوں میں توحید الٰہی اور صفاتِ کمالیہ کا بیان آ گیا ہے، اس کی نظیر سے مذاہب عالم کے دفتر خالی ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر تو کیا اس کے برابر کی بھی مثال پیش کرنے سے دنیائے مذاہب عاجز ہے۔ مسیحی دنیا کو بڑا ناز اپنی انجیلی دعاپر ہے لیکن اول تو اس کا ضعف اسناد بھی خود مسیحی فاضلوں کو مسلم ہے یعنی اسی کی تحقیق نہیں کہ یہ الفاظ خود حضرت مسیح علیہ السلام کے ہیں بھی؟ پھر چیز جہاں سے بھی آئی ہو یہاں اس کے الفاظ سورة فاتحہ کے بالمقابل درج کئے جاتے ہیں۔ ہر منصف مزاج خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ قرآن کی فاتحۃ الکتاب اور اس انجیلی دعا کے درمیان کیا نسبت ہے!''

سورة الفاتحہ کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ ساری تعریف اللہ کے لئے ہے (وہ) سارے جہانوں کا مربی۔ ۲۔ (وہ) نہایت رحم کرنے والا (وہ) بار بار رحم کرنے والا۔ ۳۔ (وہ) مالک روزِ جزا کا۔ ۴۔ ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ۵۔ چلا ہم کو سیدھا راستہ۔ ۶۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ ۷۔ نہ ان کا (راستہ) جو زیر غضب ہیں اور نہ بھٹکے ہوؤں کا۔

انجیلی دعا[81] یہ ہے:

۱۔ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے، تیرا نام پاک مانا جائے ۔ ۲۔ تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ ۳۔ ہماری روز کی روٹی ہمیں آج دے۔ ۴۔ اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو ہمارے قرض ہم کو معاف کر۔ ۵۔ اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔

کہاں رب العالمین کی لا محدود وسعت و ہمہ گیری اور کہاں آسمان پر بیٹھے رہنے والی بعید اور محدود، اور پھر باپ جیسی محض مادی تعلق رکھنے والی ہستی! ایک طرف اعلان ہو رہا ہے ہمہ گیر صفاتِ ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت و مالکیت کااور دوسری طرف ان کی بجائے ذکر ہے صرف زمین پر آسمانی بادشاہت کے

آنے کا! توحید خالص پر جو زور قرآنی عبارت میں، منع عبادت غیر و منع استعانت بالغیر میں ہے، انجیلی دعا میں کہیں اس کا پتہ تک نہیں۔انجیلی دعا کی آیت نمبر ۳ میں روٹی کی اس درجہ اہمیت مادیت کی انتہا ہے۔محض برائی سے بچنے کی دعا، صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی نسبت سے کہیں زیادہ ہلکی ہے۔[82]

قرآنی اختصار کی بائبل سے تفصیل

مولانا قرآنی اختصار کی بائبل سے تفصیل بھی بیان کرتے ہیں مثلاً یہود کے متعلق فرمان الٰہی(ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ)[83] (یہ سب اس لئے ہوا کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے) کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اسرائیلیوں کی مسلسل تمرد، سرکشی اور نافرمانی کے تذکروں سے توریت و انجیل دونوں کے صفحات لبریز ہیں۔ سب کے نقل کرنے کی نہ گنجائش نہ ضرورت۔دو چار نمونے دیکھتے چلیے :

> ’’انہوں نے خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھے میں اڑا دیا اور اس کی باتوں کو ناچیز جانا اور اس کے نبیوں سے بدسلوکی کی۔ یہاں تک کہ خدا کا غضب ایسے لوگوں پر ایسا بھڑکا کہ کوئی چارہ نہ رہا۔ ‘‘[84]
>
> ’’تمہاری ہی تلوار پھاڑنے والے شیر ببر کی مانند تمہارے نبیوں کو کھا گئی ہے۔‘‘[85]
>
> ’’اے اہل یعقوب اور اہل اسرائیل کے سب خاندانو! خداوند کا کلام سنو۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ تمہارے باپ دادوں نے مجھ میں کون سی نا انصافی پائی جو وہ مجھ سے دور بھاگے اور بطلان کے پیرو ہوئے اور آپ باطل ہو گئے۔‘‘[86]
>
> ’’وہ نافرمان نکلے اور تجھ سے پھر گئے اور انہوں نے تیری شریعت کو اپنی پشت کے پیچھے پھینکا اور تیرے نبیوں کو جو نصیحت دیتے تھے کہ انہیں تیری طرف پھرا لائیں، قتل کیا اور انہوں نے کاموں سے تجھے غصہ دلایا‘‘[87]

یہ مختصر، بہت ہی مختصر، اقتباسات عہد قدیم کے نوشتوں سے تھے۔ اب عہد جدید کے نوشتوں کے ایسے ہی مختصر نمونے ملاحظہ ہوں :

> ’’اے گردن کشو اور دل اور کان کے نامختونو۔ نبیوں میں سے کس کو تمہارے باپ دادوں نے نہیں ستایا؟‘‘[88]
>
> ’’تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ ہم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہیں۔ دیکھو میں نبیوں، داناؤں اور فقیہوں کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں ان میں سے بعض کو قتل کرو گے اور صلیب پر چڑھاؤ گے اور بعض کو اپنے عبادت خانوں میں کوڑے مارو گے اور شہر بہ شہر ستاتے پھرو گے۔ تاکہ سب راستبازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا ہے، تم پر آئے۔ اے یروشلم، اے یروشلم تو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس پہنچ گئے ہیں، انہیں سنگسار کرتی ہے۔‘‘ [89]

غرض توہین انبیاء اور پیمبر کشی کا الزام یہود پر قرآن مجید نے دنیا میں پہلی بار نہیں لگایا ہے۔ ان کی فرد جرم کا یہ عنوان تو قدیم نوشتوں میں موجود چلا ہی آتا تھا۔ قرآن مجید نے محض اس کی تصدیق و توثیق کر دی۔ [90]

آیت(لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ)[91] کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان دونوں لعنتوں کا ذکر عہد عتیق کے صحیفہ زبور اور عہد جدید کے صحیفہ متی میں علی الترتیب موجود ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان سے :

> ’’خداوند نے سنا اور نہایت غصہ ہوا۔ اس لئے یعقوب میں ایک آگ بھڑکائی گئی اور اسرائیل پر قہر بھی اٹھا کیونکہ انہوں نے خدا پر اعتماد نہ کیا، اور اس کی قیامت پر اعتماد نہ رکھا۔‘‘[92]

اور حضرت عیسیٰؑ مسیح علیہ السلام کی زبان سے :

> ’’غرض اپنے باپ دادوں کا پیمانہ بھر دو، اے سانپو ،اے افعی کے بچو، تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے۔‘‘[93]

قرآنی الفاظ کی فوقیت و اہمیت

مولانا اپنی تفسیر میں اکثر مقامات پرسابقہ کتبِ سماویہ کے مدِّ مقابل قرآنی الفاظ کی اہمیت و فوقیت واضح کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً (وَ مَا کَفَرَ سُلَیْمٰن)[94]کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت کے اس مقام پر پہنچ کر مومن کے قلب میں ذرا کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ یہ کہنے والی کون سی بات تھی جو قرآن نے فرما دی؟ جب حضرت سلیمان علیہ السلام پیمبر برحق تھے، تو یہ تو کھلی ہوئی اور موٹی سی بات ہے کہ آپ شائبہ کفر و شبہ کفر سے بہ مراحل دور تھے۔ پیمبر کے حق میں یہ نازل ہونا کہ وہ کفر سے بری تھے، یہ تو کچھ ایسی ہی بات ہوئی،

جیسے کسی ملک کا بادشاہ یہ فرمان جاری کر کے رعایا کو بتائے کہ ہمارا نائب السلطنت باغی و غدار نہیں ہے، کھٹک بجا ہے۔ قرآن مجید کبھی کوئی چھوٹا سا بیان بھی بے ضرورت نہیں دیتا۔ مگر یہاں قرآن کو اس اعلان کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کا علم سادہ دل مسلمان کو کیا ہو سکتا ہے؟ اس کا علم تو اس کے ہمہ بین و ہمہ دان پروردگار ہی کو ہو سکتا تھا۔ سلیمان علیہ السلام کو پیغمبر ماننے والی دو قومیں مسلمانوں سے پہلے بھی ہو چکی ہیں۔ یہ دونوں وہی ہیں جو اہل کتاب کہلاتی ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ۔ ان دونوں کے اکابر نے ستم ظریفی کا کمال یہ دکھایا ہے کہ ایک طرف تو ان کی عظمت و پیمبری کے قائل ہیں اور دوسری طرف ان کے نامۂ اعمال میں گندے سے گندے جرائم بھی ڈال دئیے ہیں! یہاں تک کہ کفر و شرک بھی! کہ اللہ کی عدالت میں کوئی جرم اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر بھی سنگین تصور میں نہیں آ سکتا۔ یہودی قصص و حکایات اور مسیحی آثار و روایات کی کتابوں کو چھوڑیے۔ خاص الخاص بائبل یعنی عہد عتیق کے صحائف، جن پر یہود و نصاریٰ دونوں کا ایمان ہے، انہیں ملاحظہ فرما لیجئے کہ اس مجموعہ میں آج تک کیا تصریحات لکھی چلی آ رہی ہیں:

> ’’جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جوروؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کیا اور اس کا دل اپنے خدا کی طرف سے کامل نہ تھا۔‘‘(95)

یعنی محض غفلت یا عدم اعتناء کی بنا پر عملی کوتاہی یا عصیان نہیں ، صریح بدعقیدگی۔ توحید ہی کی طرف سے بے یقینی! آگے اور ملاحظہ ہو:

> ’’سو از بس کہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے برگشتہ ہوا، اس لئے خداوند سلیمان پر غضبناک ہوا کہ اس نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اجنبی معبودوں کی پیروی نہ کرے۔ پر اس نے اپنے خداوند کے حکم کو یاد نہ رکھا۔‘‘(96)

معاذ اللہ۔ خدا کا پیمبر اور کفر و شرک میں مبتلا! کفر از کعبہ برخیز و کجا ماند مسلمانی! دنیا سینکڑوں سال تک، ہزار ڈیڑھ ہزار سال تک، انہی یہود یا نہ تحریفات و اختراعات کا شکار ہو کر اس موحد اعظم کو نعوذ باللہ کافر و مشرک سمجھتی رہی۔ یہاں تک کہ قرآن آیا، جو ہر قوم اور ہر زمانہ کے سچے پیمبروں کی عزت و ناموس کا محافظ ہے، اس نے یقین نہ کرنے والی دنیا کے سامنے آ کر اعلان کیا کہ سلیمان کو معاذ اللہ کافر کہتے ہو! وہ تو کفر کے قریب تک نہ گئے تھے! قرآن کی صدائے حق فضا میں بلند ہو کر خاموش ہو گئی۔ جن کے کان تھے انہوں نے سنا۔ دنیا اپنے کاروبار میں لگی رہی، پھنسی رہی۔ بائبل والوں نے بائبل کی پرستاری نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ تیرہ، ساڑھے تیرہ صدیاں اور گزر گئیں اور اب قدرتِ حق کا اعجاز دیکھئے کہ اب جو محققانہ و فاضلانہ کتب جوامع و حاویات بائبل ہی کے پرستاروں کے قلم سے نکل رہی اور شائع ہو رہی ہیں وہ تائید اور تصدیق بائبل کی الزام دہی کی نہیں،قرآن کے جوابِ صفائی کی کر رہی ہیں! انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، برطانوی کاوش و تحقیق کا لب لباب ہے، اس کے چودہویں ایڈیشن،۹۵۲/۲ میں مقالہ زیر عنوان سلیمان نکال کر دیکھئے، صاف یہ مضمون ملے گا:

> ’’سلیمان خدائے واحد کے مخلص پرستار تھے‘‘

انسائیکلوپیڈیا ببلیکا، خاص مسیحی فضلاء اور پرستارانِ بائبل کی تحقیق و تدقیق کا ثمرہ ہے۔ اس میں تو یہاں تک ہے کہ بائبل کی جو آیتیں ابھی اوپر نقل ہو چکی ہیں، ان کا حوالہ دے کر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ عبارتیں بعد کو بڑھائی گئی ہیں، اور الحاقی ہیں! اور پھر لکھا ہے:

> ’’یہ تو غالباً صحیح ہے کہ سلیمان کی بیویاں متعدد تھیں، اسرائیلی بھی غیر اسرائیلی بھی لیکن انہوں نے نہ تو سب کے لئے قربان گاہیں ہی تیار کرائیں، اور نہ خود خدائے واحد کی پرستش کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں کے دیوتاؤں کی پرستش کا تجربہ ہونے دیا۔‘‘(97)

آیت (قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ)(98) (آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی من مانی باتوں پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور راہ راست سے بھٹک چکے ہیں) کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو لوگ مسیحیت کی ابتدائی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں اور خود فرنگیوں کی موجودہ Biblical Criticism سے پوری طرح واقف ہیں۔ وہ قرآن مجید کے اس بیان پر عش عش کر جائیں گے۔ چھٹی صدی عیسوی کا ایک عرب امی، لاکھ ذہین و باخبر ہو، ان اہم تاریخی حقائق پر نظر رکھ ہی کیسے سکتا تھا، تا وقتیکہ عالم الغیب والشہادۃ براہِ راست اسے تعلیم نہیں دے رہا تھا۔ مصری شرک یونانیوں میں پوری طرح حلول کر آیا تھااور بڑے بڑے یونانی فلاسفر اسکندریہ کے مرکز ’’عقلیت‘‘ و ’’روشن خیالی‘‘ سے مرعوب و متاثر تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم جب شروع شروع میں پھیلی تو انہی یونانیوں میں اکابر یہود (مثلاً

فایلو) پہلے ہی سے یونانیوں کے آگے گردن ڈال چکے۔ مسیحیوں نے ان تعلیمات کو بلا تامل قبول کر لیا، اور پھر پولوس (سینٹ پال) نے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مذہب اور تمام تر تعلیمات کو مسخ کر کے اسے یونانی شرک کی ایک شاخ ہی بنا دیا۔ آخر میں رہی سہی کسر رومیوں کے مشرکانہ عقائد و خرافات نے پوری کر دی۔ موجودہ مسیحی قوموں کے عقائد و رسوم کثرت سے مصری یونانی اور رومی شرک ہی کی صدائے بازگشت ہیں اور بس۔[99]

قرآن کے معانی کے تعین میں بائبل سے استدلال

مولانا ترجمہ کے الفاظ کے تعین کے لئے بھی بعض مقامات پر بائبل کو مدنظر رکھتے ہیں۔ مثلاً (وَ اَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡن)[100] کا ترجمہ ’’اور تم ہی ہو گردن کش‘‘ کرتے ہیں اور پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے بائبل سے مثالیں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چند شہادتیں اسی مضمون کی خود توریت سے ملاحظہ ہوں :

’’میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے۔‘‘[101]

’’اس لئے کہ تم گردن کش لوگ ہو۔‘‘[102]

’’بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ تم گردن کش لوگ ہو۔‘‘[103]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:(وَ اَلۡقَی الۡاَلۡوَاحَ)[104]توریت میں ذکر تختیوں کے توڑ ڈالنے کا ہی ہے۔[105]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ(اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَۃً)[106]سے چالیس رات دن مراد ہیں۔ توریت میں ہے:

’’اور موسیٰ پہاڑ پر چالیس دن رات خداوند کے پاس رہا۔‘‘[107]

قرآنی احکامات کی تیسیر اورفطرت سے مطابقت

مولانا ان تمام مواقع کی وضاحت کرتے ہیں، جہاں بائبل کی بجائے اسلامی احکام میں تیسیر پائی جاتی ہے اور اسلامی احکام تو ہے ہی آسان کیونکہ فطرت کے عین مطابق ہیں۔

آیت(وَلَا تَقۡرَبُوۡھُنَّ حَتّٰی یَطۡھُرۡنَ)[108]کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مشرک قوموں نے اس باب میں جو سختیاں روا رکھی ہیں، ان سے قطع نظر خود توریت کے قانون کا تشدد بھی اس باب میں اپنی مثال آپ ہے۔ توریت کے عورت اپنے ایام ماہوار کے زمانہ میں خود ہی ناپاک نہیں ہوتی بلکہ جو شخص یا جو چیز بھی اس سے چھو جاتی ہے وہ بھی ناپاک ہو جاتی ہے اور سلسلہ در سلسلہ یہ ناپاکی متعددی ہوتی جاتی ہے:

’’جو کوئی اسے چھوئے گا شام تک نجس رہے گا۔ اور حیض کے دنوں میں جس چیز پر وہ لیٹے گی وہ ناپاک ہو جائے گی۔ لہٰذا جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے۔ وہ شام تک ناپاک رہے گااور جو کوئی اس چیز جس پر وہ بیٹھتی ہے چھو لے تو وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے۔ وہ شام تک ناپاک رہیگا اور جس چیز پر وہ بیٹھی ہو خواہ وہ بستر ہو یا کوئی اور چیز، جب بھی کوئی اسے چھوئے گا وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ اگر مرد اس کے ساتھ ہم بستر ہو اور حیض کا خون اسے لگ جائے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گا اور جس بستر پر وہ لیٹے گا وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔‘‘[109]

آیت(کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ)[110]کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غیر مصافی کو قتل نہ کرنے پر اسلام نے جو زور دیا ہے اس کو یاد رکھ کے ذرا ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو۔ ایسی کتاب سے جو یہود و نصاریٰ دونوں کے نزدیک مقدس ہے :

’’سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ اس کا ہے یک لخت ختم کر، اور ان پر رحم مت کر، بلکہ مرد اور عورت، ننھے بچے، شیرخوار اور بیل، بھیڑ، اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر۔‘‘[111]

خلاصۃ البحث

تفسیر ماجدی اُس دور میں تصنیف کی گئی جب انگریز حکومت کا خوف و ہراس مسلمانانِ برصغیر کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا اور عیسائی مشنری مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں مصروف تھی۔ اسلامی تعلیمات کو دقیانوسی قرار دیا جا رہا تھا۔دریاباد کے رہنے والے ایک نوجوان عبد الماجد بھی تشکیک کا شکار ہو کر ملحد ہوگئے اور دس سال تک ’’ریشنلسٹ‘‘ کہلاتے رہے لیکن چندمذہبی کتب کا مطالعہ اور چندمذہبی شخصیات کی کوششیں دوبارہ اسلام قبول کرنے پر کارگر ثابت ہوئیں۔ پھر اسی نظریہ کی بنیاد پر انہوں نے تفسیر لکھی تا کہ تشکیک زدہ اذہان اسلام کی طرف واپس پلٹ سکیں اور غیر مسلم، خاص کر نصاریٰ اسلام کی طرف مائل ہوسکیں۔اس تفسیر میں انہوں نے قدیم مذاہب کے صحیفوں، ان کی مذہبی کتابوں، یہودی اور عیسائی مصنفین کی

تصانیف، دورِ جدید کی تحقیقات اور دوسرےمستند و معیاری آثاروشواہد سے اعتراضات، شبہات اور عقل پرستی کی تردید کی اور اہلِ اسلام کی تشفی اور دینِ اسلام پر دل جمعی کا سامان مہیا کیا۔ اس تفسیر میں انہوں نےمتجدّدین اور روشن خیالوں پر نقد کیا اور مستشرقین کی سیاہ کاریوں کو روایت و درایت سے عیاں کیا۔ توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال کیا اور حقائق واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر یقین کی پختہ بنیادیں فراہم کیں۔ قرآن اور کتب سابقہ میں مطابقت اور تقابل کے ذریعے قرآنی الفاظ کی فوقیت کو اجاگر کیااور یہ ثابت کیا کہ قرآنی احکام ہی قابلِ عمل اور فطرت کے مطابق ہیں۔

مصادر و مراجع

(1) دریابادی، عبد الماجد، مولانا، آپ بیتی، ص۵۹، مجلس نشریات اسلام، اکے۔ ۳ناظم آباد نمبر۱، کراچی، ۱۹۹۶ء
(2) دریابادی، آپ بیتی ص ۲۷۔۲۹
(3) دریابادی، آپ بیتی، ص ۳۲۔۳۳
(4) دریابادی، آپ بیتی، ص ۴۲۔۴۵
(5) عثمانی، محمد نسیم، پروفیسر، اردو میں تفسیر ادب،ص۳۱۲۔۳۱۳، عثمانیہ اکیڈمک ٹرسٹ، ایس ٹی ۱۰، ۵ گلشن اقبال، کراچی، ۱۹۹۴ء
(6) دریابادی، آپ بیتی، ص ۲۵۴۔۲۵۵
(7) دریابادی، آپ بیتی، ص ۲۴۸
(8) دریابادی، آپ بیتی، ص ۲۴۹۔۲۵۱
(9) دریابادی، آپ بیتی، ص ۲۵۷۔۲۵۹
(10) مولانا عبد الماجد دریا بادی کی اردو اور انگریزی کی تفسیری خدمات، تحقیقات اسلامی، جلد: ۱۰، شمارہ: ۲، اپریل جون ۱۹۹۱ء، ص ۷۱
(11) مولانا عبد الماجد دریا بادی کی اردو اور انگریزی کی تفسیری خدمات، تحقیقات اسلامی، جلد: ۱۰، شمارہ: ۲، اپریل جون ۱۹۹۱ء، ص۸۱
(12) قرآن مجید کی کی تفسیریں: چودہ سو برسوں میں، ص ۳۴۶، خد ابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء
(13) دریابادی، آپ بیتی، ص ۳۹۰۔۳۹۸
(14) شاہد علی، سید، ڈاکٹڑ، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں،ص۵۰، کتابی دنیا، دہلی۔۶، انڈیا، ۲۰۰۱
(15) قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برس میں، ص۳۴۸۔۳۴۹
(16) فراقی، تحسین، ڈاکٹر، عبد الماجد دریابادی: احوال و آثار،، ص ۴۲۷، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۶ء
(17) فراقی، تحسین، ڈاکٹر، عبد الماجد دریا بادی احوال و آثار، ص ۶۱۳
(18) النساء ۴: ۴۸
(19) دریابادی، عبد الماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، ص ۲۲۹، پاک کمپنی، ۱۷۔اردو بازر، لاہور
(20) الانعام ۶ : ۲۸
(21) دریابادی، تفسیر ماجدی، ۳۲۶
(22) دریابادی، آپ بیتی، ص ۲۹۶
(23) النساء۴:۶
(24) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۲۱۳
(25) البقرۃ۲:۱۳
(26) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۱۱
(27) الانعام۶:۵۷
(28) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۳۳۳
(29) القصص ۲۸: ۳۸
(30) دریابادی، تفسیرماجدی، ص ۸۰۷
(31) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۶
(32) فراقی، تحسین، ڈاکٹر، عبد الماجد دریا باد ی احوال و آثار، ص ۴۵۷
(33) مولانا عبد الماجد دریابادی کی اردو اور انگریزی کی تفسیری خدمات، تحقیقات اسلامی، جلد: ۱۰، شمارہ: ۲، اپریل جون ۱۹۹۱، ص ۸۲
(34) عثمانی، محمد نسیم، ڈاکٹر، اردو میں تفسیری ادب، ۳۱۵
(35) النساء ۴: ۱۵۷
(36) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۲۶۳
(37) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۲۸۸
(38) الفاتحہ ۱: ۷
(39) کتابِ مقدّس، خروج۳۲:۱۰، نیواردوبائبل ورژن(NUBL)،انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی،یو ایس اے،۲۰۰۵ء

---

(40) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۵
(41) البقرة۲:۷۶
(42) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۴۰
(43) البقرة۲:۱۸۷
(44) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۹۲
(45) البقرة۲:۲۱۶
(46) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۱۱۱
(47) البقرة۲:۸۳
(48) خروج۲۰:۲-۵
(49) استثناء۵:۷-۸
(50) استثناء۶:۴؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۴۲
(51) متی۴:۱۰
(52) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۱۷۲
(53) متی۴:۱۰-۱۱؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۳۱۹
(54) البقرة۲:۴۷
(55) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۲۶
(56) المائدة۵:۴۱
(57) استثناء۱۶:۱۸-۱۹
(58) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۲۹۲
(59) آل عمران ۳:۳۸
(60) لوقا ۱: ۵-۷؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۱۶۳
(61) المائدة۵:۱۸
(62) خروج۴:۲۲
(63) استثناء۱۴:۱
(64) هوسیع۱۱:۱
(65) یوحنا۱:۱۲
(66) رومیون۸:۱۴؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص۲۸۰-۲۸۱
(67) طہ۲۰:۴۹
(68) خروج۵:۲؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ۶۶۸
(69) آل عمران۳:۹۳
(70) پیدائش۹:۳؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ۱۷۹
(71) طہ۲۰:۴۶
(72) خروج۳۰:۱۲؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ۶۶۷
(73) البقرة۲:۱۷۱
(74) یسعیاه۴۴:۱۸
(75) الاعراف۷:۱۷۹
(76) یسعیاه۱:۳ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۴۰۵
(77) البقرة۲:۱۷۸
(78) احبار۲۴:۱۷
(79) احبار۲۴:۲۱
(80) احبار۲۴:۲۰؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۸۷
(81) متی۶:۹-۱۳
(82) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۵
(83) البقرة۲:۶۱
(84) ۲تواریخ۳۶:۱۶
(85) یرمیاه۲:۳۰
(86) یرمیاه۲:۴-۵
(87) نحمیاه۹:۲۶
(88) اعمال۷:۵۱-۵۲
(89) متی۲۳:۲۹-۳۷
(90) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص۳۴
(91) المائدة۵:۷۸
(92) زبور ۷۸: ۲۱-۲۳

(93) متی۲۳:۳۱-۳۲؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۳۰۵
(94) البقرۃ۲:۱۰۲
(95) ۱سلاطین۱۱:۴
(96) ۱سلاطین۱۱:۹-۱۰
(97) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۵۰
(98) المائدۃ۵:۷۷
(99) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۳۰۵
(100) البقرۃ۲:۸۳
(101) خروج۳۲:۹
(102) خروج۳۳:۳
(103) خروج۳۳:۵؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص۴۲
(104) الاعراف۷:۱۵۰
(105) دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۲۰۳
(106) البقرۃ۲:۵۱
(107) خروج۳۴:۲۸؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۲۸
(108) البقرۃ۲:۲۲۲
(109) احبار۱۵:۱۹-۲۴؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۱۱۵-۱۱۶
(110) البقرۃ۲:۲۱۶
(111) ۱سموئیل۱۵:۲-۳؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۱۱۰-۱۱۱